مفسّر قرآن، شارح حدیث

# حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری نے مؤرخہ ۱۲؍ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مدینہ منورہ میں وفات پائی، حضرت مولانا ہمارے بزرگوں کی صف اوّل میں شمار کئے جاتے تھے، ان کی بزرگی، ان کا تقویٰ، علم دین کی اشاعت سے ان کا شغف، اصلاحِ امت کے لئے ان کی فکر، مسلک دیوبند کے تحفظ کے لئے ان کی تحریری جدوجہد یہ ان کی زندگی کے روشن و تابناک پہلو ہیں، اب پرانی شخصیتیں آہستہ آہستہ رخصت ہوتی چلی جارہی ہیں، جو باقی ہیں وہ بھی رختِ سفر باندھے بیٹھے ہیں، جانا سب کو ہے، لیکن بعض شخصیتیں جاتے جاتے ایسا خلا چھوڑ جاتی ہیں جو کبھی بھرتا ہی نہیں ہے یا مدتوں بعد بھرتا ہے، حضرت مولانا بلند شہری کا شمار بھی ایسی ہی شخصیات میں ہوتا ہے، مولانا اگرچہ ہم میں نہیں رہے مگر ان کی کتابیں، ان کے مضامین، ان کی تالیفات و تصنیفات سب ان کی یادیں زندہ رکھنے کے لئے کافی ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہر کے قصبے بسی کے رہنے والے تھے برنی اس ضلع کا مشہور علمی خاندان ہے، بعض اوقات مولانا اپنے نام کے ساتھ بلند شہری اور بعض اوقات برنی لکھتے تھے۔ ۱۳۴۲ھ میں بسی میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی، بعد ازاں ۱۳۵۶ھ میں مراد آباد کے مشہور مدرسے ”مدرسہ امدادیہ“ میں

حصول علم کے لئے تشریف لے گئے، عربی کے ابتدائی درجات کی تعلیم کے بعد علی گڑھ میں ہدایہ اوّلین تک پڑھا، ۱۳۶۰ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لے لیا اور ۱۳۶۴ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت پائی۔

فراغت کے بعد ہند و پاک کے متعدد مدرسوں میں تدریسی خدمات انجام دیں، جن میں سے ہندوستان کے چند مدارس یہ ہیں: مدرسہ آثار ولی انبالہ، مدرسہ اسلامیہ کھٹور میرٹھ، مدرسہ کاشف العلوم کلکتہ، مدرسہ حیات العلوم مراد آباد۔ ۱۳۸۴ھ میں پاکستان چلے گئے اور مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی کے قائم کردہ مدرسے دار العلوم کراچی میں مدرس مقرر ہوئے، یہاں تقریباً بارہ تیرہ برس کی تدریسی خدمات کے بعد ۱۳۹۷ھ میں مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے۔

مولانا کی تصنیفی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے، مختلف موضوعات پر کم وبیش سو کتابیں تالیف فرمائیں جن میں سے بہت سی کتابیں بے حد مقبول ہیں خاص طور پر تبلیغی کتابیں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں چھپتی ہیں اور پڑھی جاتی ہیں، مثال کے طور پر ''مرنے کے بعد کیا ہوگا'' ایک عام اصلاحی تبلیغی کتاب ہے دنیا کی کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، اس کے مختلف ابواب الگ الگ اور یک جا ہر طرح چھپتے ہیں اُردو زبان میں ہند و پاک و بنگلہ دیش کے کم وبیش پچاس ادارے اس کے دسیوں بیسیوں ایڈیشن ہر سال فروخت کرتے ہیں، اسی طرح ایک چھوٹی سی کتاب ''مسنون دعائیں'' ہے جس کے لاکھوں نسخے اُردو ہندی میں چھپتے ہیں اور عام مسلمان بڑے ذوق وشوق سے اس کتاب میں لکھی گئی دعائیں یاد کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔

عورتوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ان کی متعدد کتابیں ہیں، ابتدائی دور میں انھوں نے ''خواتین کے بیس سبق'' تصنیف کی، جو مدارس کے نصاب میں داخل کی گئی اور بے حد مقبول ہوئی، پاکستان تشریف لے جانے کے بعد ماہنامہ البلاغ کراچی

میں ایک سلسلۂ مضامین شروع کیا جو خاص عورتوں سے متعلق تھا یہ سلسلۂ مضامین لگ بھگ دس بارہ برس جاری رہا بعد میں قارئین البلاغ کے اصرار پر ان مضامین کو کتابی شکل دی گئی۔ پہلے یہ مجموعۂ مضامین ''تحفۂ خواتین'' کے نام سے پاکستان میں چھپا اور اب ہندوستان میں بھی چھپ چکا ہے۔ ''تحفۂ خواتین'' بے حد مقبول کتاب ہے، خواتین کے متعدد مدارس میں داخل نصاب بھی ہے، لوگ اسے بہشتی زیور کے ساتھ اپنی بچیوں کو جہیز میں بھی دیتے ہیں، اس میں اسلامی عقائد، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے مفصل احکام مذکور ہیں، نکاح، طلاق، خلع اور عدت وغیرہ کے مسائل بھی ہیں، اولاد کی تربیت کے طریقے بھی تفصیل سے لکھے گئے ہیں، خواتین کی دینی اصلاح و تربیت کے لئے یہ بڑی جامع اور مفید کتاب ہے، حقیقت یہ ہے کہ ''بہشتی زیور'' کے بعد خواتین کے مسائل پر یہ واحد کتاب ہے جو نہایت جامع ہے اور جسے بلا تکلف خواتین کے نصاب کا جزء بنایا جاسکتا ہے۔

بعض کتابیں مولانا کی مدارسِ عربیہ کے نصاب میں بھی شامل ہیں جیسے ''زاد الطالبین من کلام سید المرسلین'' اور ''ارشاد الطالبین من کلام رب العالمین'' یہ دونوں کتابیں نہایت جامع اور مختصر ہیں اور ان میں وہ آیات اور احادیث جمع کی گئی ہیں جن کا تعلق اسلامی عقائد اور اخلاق و اعمال سے ہے۔

عام مسلمانوں کے لئے بھی ان کی ایک کتاب ''تحفۃ المسلمین'' کے نام سے چھپ چکی ہے، حج کے موضوع پر بھی ان کے چند رسائل دستیاب ہیں جن میں سے دو کتابیں کتاب الحج اور کتاب العمرہ مشہور و معروف ہیں، اُردو کے دینی جرائد و رسائل میں ان کے بے شمار مضامین چھپتے رہے ہیں، ہندو پاک کا شاید ہی کوئی ایسا معیاری جریدہ ہو جس میں مولانا کے تبلیغی و اصلاحی مضامین نہ شائع ہوئے ہوں، حساس طبیعت کے مالک تھے، کسی بھی دینی معاملے میں کوئی خلافِ شرع بات دیکھتے تو

بلا خوف لومة لائم تحریر وتقریر کے ذریعہ اس کا رد کرنا ضروری سمجھتے تھے، رد بدعات اور منکرات پر ہمارے دور کی شخصیتوں میں سب سے زیادہ کام مولانا ہی کا ہے۔

آخر میں تفسیر ''انوار البیان'' کے نام سے نو جلدوں میں کلام پاک کی تفسیر لکھی جو ہندو پاک دونوں جگہوں سے شائع ہو چکی ہے، ابھی عوامی اور دینی حلقوں میں اس تفسیر کا مکمل تعارف نہیں ہوا، تفسیر لکھنے کا ارادہ ایک زمانے سے تھا، پہلی جلد کے ابتدائیے میں خود تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ وہ شدید بیمار ہوئے، یہاں تک کہ زندگی کی اُمید بھی نہ رہی، اس عالم میں انھوں نے باری تعالیٰ سے دُعا کی! یا اللہ ابھی مجھے نہ بلائیں، ابھی تو مجھے قرآنِ کریم کی تفسیر بھی لکھنی ہے، اللہ تعالیٰ نے صحت دی، لیکن دوسری مشغولیتوں کی موجودگی میں تفسیر کا کام نہ ہو سکا یہاں تک کہ ستر سال کی عمر آ گئی خیال آیا کہ ابھی تو اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا ہے چنانچہ عمر کی اس منزل پر پہنچ کر جہاں لوگ تھک جاتے ہیں انہوں نے تفسیر کا کام شروع کیا، اسے نو جلدوں میں مکمل کیا، خدا کے فضل وکرم سے وہ تمام جلدیں ان کی زندگی میں چھپ کر شائع ہو چکی تھیں۔

مدینہ منورہ میں وہ ہندو پاک سے تعلق رکھنے والے اردو داں مسلمانوں کا مرجع تھے، کسی کو کوئی پریشانی ہو، کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہو وہ بلا تکلف ذاتی طور پر حاضر ہو کر یا ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کر لیتا، مدینہ منورہ حاضری دینے والے علمائے کرام ان کے یہاں خاص طور پر مدعو کئے جاتے تھے، وہ عام زندگی میں بہت متواضع اور ملنسار انسان تھے، مہمان نوازی مزاج کا حصہ تھی، حج وعمرہ کے ایام میں شاید ہی کوئی وقت ایسا جاتا ہو جب ان کے دستر خوان پر کوئی مہمان مدعو نہ ہوتا ہو۔

میرے ایک عزیز بہ سلسلۂ ملازمت مدینہ منور میں مقیم ہیں، وہ مولانا بلند شہری کی بلند ہمتی، اعلا ظرفی، وسیع القلبی اور خورد نوازی کے بے حد معترف اور مداح نظر آئے میرے یہ عزیز ایک بلڈنگ کے فرسٹ فلور پر رہتے ہیں جہاں تک پہنچنے کے لئے کوئی

لفٹ وغیرہ نہیں ہے صرف زینوں کے ذریعے اوپر جایا جا سکتا ہے، مگر اس کے باوجود وہ ان کے مکان پر آتے رہے، حالانکہ چلنے پھرنے میں تکلیف ہوتی ہے، کسی مضبوط سہارے کے بغیر چڑھنا ان کے لئے ممکن ہی نہیں ہے، پچھلے سال کسی موقع پر ہندوستان سے حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدینہ منورہ پہنچے تو میرے ان عزیز نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر ان کا وعظ اپنے مکان پر رکھا جس میں کچھ ہندوستانی مرد و خواتین بھی جمع ہو گئے، مولانا بلند شہری کو پتہ چلا تو وہ جسمانی عوارض و اعذار کے باوجود وعظ میں شرکت کے لئے تشریف لائے، یہ واقعہ علمائے دیوبند سے ان کی محبت کی دلیل اور معاصرانہ وسیع القلبی کا مظہر ہے۔

۱۹۹۴ء میں حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ حاضری ہوئی، ایک روز فجر کی نماز کے بعد روضۂ مبارک کے باہر اقدامِ عالیہ کی جانب دیوار سے کچھ ہٹ کر ایک بزرگ وہیل چیئر پر بیٹھے کچھ پڑھتے نظر آئے، دل بے اختیار ان کی طرف کھنچا، ایک نوجوان سے جوان کے قریب کھڑے ہوئے تھے میں نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں انھوں نے بتلایا کہ یہ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ہیں، بس یہ ایک جھلک تھی جو مجھے خوش قسمتی سے میسر آ گئی، نام مدتوں سے سنا ہوا تھا زیارت سے ایک گونہ خوشی ملی مصافحے کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔

مولانا بلند شہریؒ جیسے لوگ کم ہی پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اصلاح کے ایک مخصوص کام کے لئے موفّق فرمایا تھا، انھوں نے یہ کام اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے بہ خوبی انجام دیا، اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے، حرم نبوی میں نماز جنازہ پڑھی گئی، جنت البقیع میں مدفون ہوئے، یہ عظیم سعادتیں خوش نصیبوں اور نیک بختوں ہی کو حاصل ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان عظیم سعادتوں سے نوازے۔